ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

عبدالرحمٰن الجزیری کی کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعۃ" کی روشنی میں رفع حاجت کے احکامات

Ablution Orders in the Light of Abdul Rahmān Al-Jazīrī Book Kitāb 'Al-Fiqh 'Ala Al-Madhāhib Al-Arba'a

1. Dr. Muqaddas Ullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Qurtubah University of Science and Information Technology, Peshawar, Pakistan.
2. Aisha Rizwana
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Qurtubah University of Science and Information Technology, Peshawar;
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Government Girls Degree College, Umarzai, Charsadda, Pakistan. ummenafe1@gmail.com

Abstract

In "Al-Fiqh 'ala al-Madhahib al-Arba'ah," Abd al-Rahman al-Jaziri discusses the issues of relieving oneself and performing istinja' (cleansing after using the toilet) with water or stones according to the four major Islamic schools of jurisprudence (Hanafi, Maliki, Shafi'i, Hanbali). Regarding the act of relieving oneself, all four schools agree on certain etiquettes that must be observed, such as sitting while relieving oneself, avoiding facing the qibla (the direction of Mecca), covering the body, refraining from talking during the act, and choosing a place that is out of public sight. There is also consensus among the four schools that if both water and stones are available, one should first clean with stones and then purify with water, as this ensures greater cleanliness and purification. In this research paper, Abd al-Rahman al-Jaziri's work "Al-Fiqh 'ala al-Madhahib al-Arba'ah" presents the different opinions of the juristic schools in a comprehensive manner, and the research further investigates and references these views.

Keywords: *istinja, Islamic schools of jurisprudence, water, qibla, public sight*

تعارف موضوع

رفع حاجت اور اس کے آداب کا علم اسلامی فقہ میں ایک اہم موضوع ہے جس کی تفصیلات مختلف فقہی مکاتب فکر میں موجود ہیں۔ اس موضوع پر عبدالرحمٰن الجزیری کی کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعۃ" ایک معیاری ماخذ کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اسلامی فقہ کی چار بڑی مکاتب فکر یعنی حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی کی روشنی میں رفع حاجت کے احکامات کو واضح کیا ہے۔ رفع حاجت کے وقت جن آداب اور احکام پر عمل درآمد کی ضرورت ہے، ان میں بیٹھ کر رفع حاجت کرنا، قبلہ کی طرف رخ نہ کرنا، اور جسم کو ڈھانپنا شامل ہیں۔ ان آداب کا مقصد صفائی اور طہارت کو یقینی بنانا ہے، جو اسلامی تعلیمات میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مزید برآں، استنجاء کے طریقے میں پانی اور پتھر کا استعمال بھی فقہی مکاتب فکر میں ایک بنیادی موضوع ہے۔ الجزیری نے اس کتاب میں ان تمام نکات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، جس سے اسلامی احکام کی وضاحت اور استناد میں مدد ملتی ہے۔ اس تحقیقی مقالے کا مقصد اس کتاب کی روشنی میں رفع حاجت کے احکامات کی جامع تشریح اور مختلف مکاتب فکر کے نقطہ نظر کا تجزیہ پیش کرنا ہے۔

مبحثِ اول: رفع حاجت کے احکام

تشریح عمومی:

رفع حاجت کے متعلق احکام واجب، حرام، مندوب اور مکروہ بالترتیب بیان کیے جاتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اول وہ امور ہیں جو استنجا کے لئے واجب ہیں، مثلاً:

"استبرا" یعنی پیشاب پاخانہ کے بعد جو کچھ ہو جائے اس کو خارج کرنا، یہاں تک کہ یہ گمان غالب ہو جائے کہ اب وہ وہاں کچھ باقی نہیں ہے۔ بعض اشخاص کی عادت میں داخل ہے کہ چلنے پھرنے، کھڑے ہونے یا کسی حرکت کرنے سے جس کے وہ عادی ہیں، پیشاب کے رکے ہوئے قطرے نکل جاتے ہیں۔ ایسے اشخاص کو حسب عادت بطور خود "استبراء" واجب ہے۔ چنانچہ اگر پیشاب کے قطروں کا آنا بند ہو جانے میں شبہ ہو تو وضو کرنا جائز نہ ہو گا، اگر (بغیر تسلی کے) اسی حالت میں وضو کر لیا اور پیشاب کا قطرہ آگیا تو وضو بے سود ہو گا۔ غرض یہ واجب ہے کہ رکی ہوئی نجاست کا اگر شبہ ہو تو سب کو خارج کر دیا جائے، یہاں تک کہ یہ گمان غالب ہو جائے کہ اب کچھ باقی نہیں رہا۔ اس امر کے واجب ہونے میں سب کا اتفاق ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، سوائے اس کے کہ بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ جب تک کچھ باقی رہ جانے کا گمان غالب نہ ہو استبراء واجب نہیں ہے، بعض اصحاب کہتے ہیں "استبراء" واجب ہے یہاں تک کہ یہ گمان غالب ہو جائے کہ اب مقام (نجاست) پر کچھ باقی نہیں ہے، اور یہ بات معمولی ہے۔[1]

الشافعية هم القائلون وحدهم: إن الاستبراء لا يجب إلا إذا غلب على الظن أن بالمحل شيئاً من النجاسة

صرف شافعیہ اس امر کے قائل ہیں کہ جب تک یہ گمان غالب نہ ہو کہ نجاست کے مقام پر کچھ باقی ہے، تب تک، استبراء، واجب نہیں ہے۔[2]

تشریح عمومی:

دوسری (قابل لحاظ) بات وہ جگہ ہے جہاں پر رفع حاجت کرنا حرام ہے:

قبر کے اوپر رفع حاجت کرنا حرام ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مقبرہ نصیحت کا اور عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے، لہٰذا یہ بڑی بد تمیزی اور بد اخلاقی ہو گی کہ وہاں پر انسان اپنی شرمگاہ کھولے اور اس کو خارج ہونے والی گندگی سے آلودہ کرے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے زیارت قبور کی ترغیب فرمائی ہے تاکہ آخرت کی یاد آئے۔ پس یہ تو جہالت اور حماقت ہی ہے کہ کوئی شخص ایسے مقام کو جہاں پر لوگ حصول عبرت اور یا آخرت کے لئے آتے ہیں، پیشاب، پاخانہ کی جگہ بنالے۔ قبروں پر رفعِ حاجت کی ممانعت کی غرض یہی ہے۔ اسی مقصد کی وہ احادیث ہیں جن کو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ، فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ»[3]

"یعنی وہ شخص جو انگارے پر بیٹھ جائے جس سے کپڑے جل جائیں اور کھال جھلس جائے تو اس کے لئے یہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے"۔

بعض علماء نے اس حدیث میں بیٹھنے کے لفظ سے قضائے حاجت کے لئے بیٹھنا مراد لیا ہے۔ حدیث میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے لیکن حدیث سے یہ مدعا ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں پر بیٹھنے سے مراد گپ شپ کرنے یا جی بہلانے کے لئے بیٹھنا ہے۔ جیسا کہ بعض دیہاتی گنوار کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ کسی قبر پر بیٹھ جاتے تھے تاکہ سورج کی دھوپ کھائیں یا سائے میں بیٹھ کر بات چیت کریں۔ شہر والے بھی بعض مواقع پر اکٹھے ہو کر ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا کرنا نصیحت پکڑنے اور خشیت الٰہی کے اس مقصد کے منافی ہے جو قبروں کی زیارت میں پیش نظر ہے۔ مزید براں ایسی حرکت سے مقبروں کی توہین ہے۔ چنانچہ اسی پر وہ حدث دلالت کرتی ہے جو ابن ماجہ میں بسند جید نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

«لَأَنْ أَمْشِيَ عَلَى جَمْرَةٍ، أَوْ سَيْفٍ، أَوْ أَخْصِفَ نَعْلِي بِرِجْلِي، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِيَ عَلَى قَبْرِ مُسْلِمٍ، وَمَا أُبَالِي أَوَسْطَ الْقُبُورِ قَضَيْتُ حَاجَتِي، أَوْ وَسْطَ السُّوقِ»[4]

---

[1] محمد بن احمد، سرخسی، **المبسوط** (بیروت: دار المعرفہ، 1414)، 13:147، 148

[2] محمد بن محمد، ابو حامد، غزالی، **الوسیط فی المذہب** (قاہرہ: دار السلام، 1417)، 6:171

[3] مسلم بن الحجاج، ابو الحسین، القشیری، **صحیح مسلم** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، بلا سن)، 2:971

[4] محمد بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ، ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ** (بیروت: دار احیاء الکتب العربیہ، بلا سن)، 1:1567

یعنی اگر میں کسی انگارے پر یا شدت گرما میں چلوں یا جوتی کو پاؤں کی کھال سے گانٹھوں تو یہ مجھے زیادہ مرغوب ہو گا بہ نسبت اس کے کہ کسی قبر پر چلوں"۔

لفظ (صیف) سے مراد زمین کا شدت سے تپنا ہے اور "خصف النعل" سے مراد جوتی میں تھگلی لگنا ہے۔ اس میں جو شدت تکلیف ہے وہ ظاہر ہے۔ نبی کریم ﷺ اس کو بہتر سمجھتے ہیں کہ جوتی میں پیروں کی کھال سے تھگلی لگائیں، بہ نسبت اس کے کہ قبر پر چلیں۔

الحنفية قالوا: يكره قضاء الحاجة فوق المقبرة كراهة تحريم، وعلى كل حال فهم متفقون مع غيرهم في تأثيم من يفعل ذلك، إلا أن غيرهم قال إن إثمه شديد، ومذهب غيرهم هو الظاهر، لما ذكرناه لك من العلة

حنفیہ کہتے ہیں کہ قبروں پر رفع حاجت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور بہر حال تمام حنفیہ اور دوسرے اہل مسالک اس امر میں متفق ہیں کہ ایسا کرنے والا گنہگار ہے۔ دوسرے مسلک والوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ سخت گناہ ہے، اور ان اسباب کے پیش نظر جو اوپر بیان کیے گئے، دوسرے اصحاب کا مسلک واضح تر ہے۔[5]

تشریح عمومی:

تیسرے یہ کہ ان مقامات میں سے جہاں رفع حاجت کرنا جائز نہیں ہے، ٹھہرا ہوا پانی ہے جس میں قضائے حاجت ممنوع ہے۔ ٹھہرا ہوا پانی وہ ہے جو بہتا نہ ہو۔ حضرت جابرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث روایت فرمائی ہے کہ حضور ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے[6] پیشاب کی ممانعت میں پاخانہ کرنا بھی شامل ہے کیونکہ یہ اس سے بڑی برائی ہے، لہٰذا اس کی ممانعت زیادہ سختی سے ہے۔

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کے بارے میں مختلف مسالک تفصیل طلب ہیں۔

المالكية قالوا: يحرم قضاء الحاجة في الماء الراكد إذا كان قليلاً، أما إذا كان مستبحراً كالماء الموجود في البحيرات التي في الحدائق الكبيرة، ------ إلا إذا كان مملوكاً للغير، ولم يأذن فيه، أو كان موقوفاً

مالکیہ کہتے ہیں کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں رفع حاجت کرنا حرام ہے، بشرطیکہ پانی تھوڑا ہو۔ لیکن اگر پانی بہت زیادہ ہو، جیسے بڑے بڑے باغات کی جھیل ہو یا بڑا حوض تو اس میں پیشاب کرنا حرام نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ کسی غیر کی ملکیت ہے اور اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی گئی یا استعمال کی اجازت ہے لیکن پیشاب کی اجازت نہیں تو اس میں پیشاب کرنا حرام ہے۔ اگر بہتا پانی ہو تو اس میں پیشاب کرنا جائز ہے، سوا اس صورت کے کہ وہ کسی اور کا مملوکہ ہو اور اس کے استعمال کی اجازت نہ دی گئی ہو، یا وہ پانی وقف ہو۔[7]

الحنفية قالوا: يحرم قضاء الحاجة في الماء القليل الراكد حرمة شديدة، فإن كان كثيراً كره ------فإنه يحرم البول فيه وإن كان كثيراً، ومثله الموقوف

حنفیہ کہتے ہیں کہ ٹھہرے ہوئے اور تھوڑے پانی میں رفع حاجت کرنا سخت حرام ہے اگر پانی زیادہ ہو تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پانی زیادہ ہو تو حرمت (بہر حال ہے لیکن) کم ہے، اور اگر بہتا پانی ہو تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ سوا اس صورت کے جب کہ وہ پانی کسی اور کی ملکیت ہو اور اس میں پیشاب کی اجازت ہو تو اس میں پیشاب کرنا حرام ہے، خواہ وہ پانی زیادہ ہو۔ یہی حکم وقف شدہ پانی کا ہے۔[8]

الحنابلة قالوا: يحرم التغوط في الماء الراكد والجاري، سواء كان قليلاً، أو كثيراً، إلا ماء البحر، فإنه لا يحرم فيه ذلك، -------- إذناً عاماً، وإلا حرم قضاء الحاجة فيه مطلقاً

حکم الحدیث: محمد فواد عبد الباقی کی تعلیق کے مطابق اس حدیث کے اسناد صحیح ہیں کیونکہ اس کے رواۃ میں شیخ محمد بن اسماعیل کو ابو حاتم، امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور اس حدیث کے باقی رواۃ شیخین کے شرائط کے مطابق ہیں۔ ایضاً

[5] احمد بن محمد، طحطاوی، **حاشیۃ الطحطاوی** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1418)، 1: 53

[6] مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، 1: 281

[7] الحاجہ کوکب عبید، **فقہ العبادات علی المذہب المالکی** (دمشق: مطبعۃ الانشاء، 1406)، 1: 51

[8] محمد امین بن عمر، ابن عابدین، **ردالمختار علی الدر المختار** (بیروت: دار الفکر، 1412)، 1: 343

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

حنابلہ کہتے ہیں کہ پانی میں رفع حاجت کرنا حرام ہے، خواہ پانی ٹھہرا ہوا ہو یا بہتا پانی ہو، کم ہو یا زیادہ ہو۔ البتہ دریاؤں کا پانی مستثنی ہے۔ اس میں حرام نہیں ہے۔ اس واسطے کہ بعض اوقات ضروریات سفر کا تقاضا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے دوریا وسیع ہوتے ہیں اور نجاست کا اثر اس میں نمایاں نہیں ہوتا۔ (ان کے نزدیک) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے، حرام نہیں ہے، جس طرح بہتے پانی اور زیادہ پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے، بہتے ہوئے تھوڑے پانی میں مکروہ نہیں (بلکہ حرام ہے) یہ تمام مسائل اس صورت میں ہیں جب کہ پانی وقف کا نہ ہو اور نہ اس کا مالک کوئی اور ہو اور اس کے استعمال کی عام اجازت نہ ہو۔ بصورت دیگر اس میں رفع حاجت کرنا قطعاً حرام ہے۔[9]

الشافعية قالوا: لا يحرم قضاء الحاجة في الماء قليلاً كان، أو كثيراً، ولكن يكره فقط إلا إذا كان الماء مملوكاً للغير---------------- أما في الليل فقالوا: يكره البول في الماء، سواء كان قليلاً، أو كثيراً

شافعیہ کہتے ہیں کہ پانی تھوڑا ہو، یا بہتا ہو، اس میں قضائے حاجت حرام نہیں ہے، لیکن اگر اس پانی کا کوئی اور مالک ہو جس کے استعمال کی اجازت نہ ہو یا جاری ہو لیکن بہت زیادہ مقدار میں نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس پانی کے اندر رفع حاجت حرام ہے، لیکن شافعیہ کے ہاں کراہت کے متعلق رات اور دن کے جدا جدا احکام ہیں۔ وہ کہتے ہیں کی تھوڑا پانی ہو تو اس میں دن کے وقت رفع حاجت مکروہ ہے، خواہ ٹھہرا ہوا پانی ہو یا بہتا ہوا پانی ہو۔ لیکن رات کو پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے، خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر ہو۔[10]

تشریح عمومی:

واضح ہو کہ فقہ کا یہ حکم ان بہترین احکام میں سے ہے جو ازروئے علم مسلمہ اور عقل سلیم کے نزدیک پسندیدہ ہیں، کیوں کہ وہ پانی جو نفع رسانی کے لئے ہے اس کو گندہ کرنا خصائل زمیمہ میں سے بدترین خصلت ہے۔ مزید بر آں ایسا کرنے سے متعدی امراض "بلہارسیا" وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ غرض یہ بات مذہب اسلام کے محاسن میں سے ہے کہ اس کی جس قدر عبادتیں ہیں وہ انسانی بہبود کے تقاضوں پر پوری اترتی ہیں۔

چوتھے یہ کہ رفع حاجت ایسی جگہ کرنا حرام ہے جہاں سے پانی بہہ کر آتا ہو اور جہاں لوگوں کی آمد ورفت ہو، یا جہاں آرام کے لئے سایہ موجود ہو۔ چنانچہ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ»

"یعنی لاعنین سے بچو"

لوگوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ لاعنان سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا:

«الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ ظِلِّهِمْ»[11]

"یعنی وہ جو لوگوں کی گزرگاہ یا سایہ کی جگہ (شیڈز وغیرہ کو) بیت الخلاء بنائے"۔

حضور ﷺ کے ارشاد میں لفظ "اللَّاعِنَيْنِ" سے مراد وہ دو امور (یعنی پیشاب پاخانہ) ہیں جن کے مرتکب مستوجب لعن وطعن ہو جاتے ہیں، کیوں کہ وہ شخص جو لوگوں کی راہ گزر میں پیشاب یا پاخانہ کرتا ہے وہ گویا اپنی اس ایذاء وہ حرکت سے اپنے آپ کو مورو سب وشتم بنالیتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ: الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَالظِّلِّ"[12]

---

[9] علاء الدین علی بن سلیمان، ابو الحسن، مرداوی، **الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف** (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 1: 99

[10] احمد بن محمد، ابن حجر ہیتمی، **تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج** (مصر: مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، 1357)، 1: 163

[11] مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، 1: 25

[12] سلیمان بن الاشعث، ابو داؤد، السجستانی، **سنن ابی داؤد** (بیروت: مکتبۃ العصریہ، بلاسن)، 1: 26

حکم الحدیث: یہ حدیث صحیح ہے جبکہ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

"یعنی لعنت کے تین موارد سے بچو پانی کے گھاٹ پر پاخانہ کرنا یا راستہ کے سرے پر کرنا یا اس سایہ کی جگہ پر جو آرام کے لئے ہے"۔

گویا خود اپنے آپ کو ہدف لعنت بنایا، اور لفظ "ظل" سے مراد سایہ دار جگہ ہے جو لوگوں کے لئے سائے میں بیٹھے یا فروکش ہونے کے لئے ہو۔

الشافعية، والحنفية قالوا: يكره قضاء الحاجة في هذه المواضع كلها، ما لم تكن موقوفة للمرور------ولعل القائلين بالكراهة قد نظروا إلى الجهات الخلوية الواسعة التي ليس فيها أماكن معدة لهذا، وضررها ليس له تأثير شديد

شافعیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ان تمام مقامات پر رفع حاجت کرنا مکروہ ہے، بشرطیکہ وہ جگہ آمد ورفت کے لئے مخصوص نہ ہو یا کوئی اور اس کا مالک نہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو وہاں رفع حاجت (مکروہ نہیں بلکہ) حرام ہے۔[13]

غرض چاروں اماموں کا اس امر پر اجماع ہے کہ جہاں لوگوں کی آمد ورفت ہو، یا جہاں سے پانی گزرتا ہو، یا وہ سایہ کی جگہ جہاں لوگ ٹھہرتے یا بیٹھتے ہوں، رفع حاجت کرنا ممنوع ہے۔ شافعیہ اور حنفیہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اور مالکیہ اور حنابلہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ لیکن دونوں آراء اس نتیجہ کے تابع ہیں جو ایسی حرکت سے ظاہر ہوتا ہے، یعنی اگر اس سے لوگوں کو سخت تکلیف ہو یا صحت عامہ پر بُرا اثر پڑتا ہو تو اس کے حرام ہونے پر سب کا اجماع ہے، کیوں کہ ضرر رسانی، ایذا دہی اور امراض کا موجب بننا ایسی باتیں ہیں جن کی سخت ممانعت آئی ہے۔ وہ لوگ جو اسے مکروہ کہتے ہیں ان کے پیش نظر وہ کشادہ خالی جگہ ہے جہاں رفع حاجت کے لئے کوئی متعین مقام نہیں اور جہاں اس سے کچھ زیادہ نقصان بھی نہیں ہے۔

تشریح عمومی:

پانچویں قبلہ کی جانب منہ یا پیٹھ کر کے رفع حاجت کرنا حرام ہے۔ یعنی پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت اگر کسی کا رخ قبلہ کی جانب ہو، یا ادھر پیٹھ کر کے مقابل کی جانب منہ کر کے بیٹھے تو گناہ ہو گا، بشرطیکہ میدان میں ہو لیکن اگر مکان میں ہو جیسے گھروں میں بیت الخلاء وغیرہ ہوتے ہیں تو حرام نہیں ہے۔

قضائے حاجت کے بعد استنجا کرنے یا ڈھیلے استعمال کرنے کے وقت ایسا کرنا مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔

الحنفية قالوا: يكره استقبال القبلة، أو استدبارها حال قضاء الحاجة، كراهة تحريم مطلقاً داخل البناء أو الفضاء------------فالحديث يدل على أنه لا يجوز استقبال القبلة ولا استدبارها حال قضاء الحاجة

حنفیہ کہتے ہیں کہ قبلہ کی طرف رخ کر کے یا ادھر پیٹھ کر کے رفع حاجت کرنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ گھر کے اندر ہو یا میدان میں۔ اگر غلطی سے کوئی رفع حاجت کے لئے (قبلہ رخ) بیٹھ جائے اور پھر یاد آجائے تو اب اگر ادھر سے مڑ جانا ممکن ہو تو فوراً مڑ جائے، ورنہ چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو پاخانہ میں سمت ممنوع کی جانب رخ نہ رکھے۔ استنجا کرنے اور ڈھیلے استعمال کرنے کے متعلق بھی وہی حکم ہے جو پیشاب اور پاخانہ کا ہے، یعنی یہ دونوں کام بھی (قبلہ رخ ہونے کی حالت میں) مکروہ تحریمی ہیں۔[14]

حنفیہ کی دلیل (مسئلہ فوق کی بابت) یہ ہے کہ (اس باب میں) حدیث (کا مفہوم) عام ہے۔ روایت ہے:

«إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ، وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا بِبَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ»[15]

"یعنی جب پاخانہ کیلئے جاؤ تو پیشاب یا پاخانہ کرنے میں نہ قبلہ کی جانب منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو"۔

حدیث میں جو لفظ 'غائط' ہے اس کے معنی پست زمین کے ہیں (اس سے مراد پاخانہ ہے) اور حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ رفع حاجت کی حالت میں قبلہ کی جانب منہ کرنا روا ہے اور نہ پیٹھ کرنا۔

---

[13] زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم، **البحر الرائق شرح کنز الدقائق** (بیروت: دار الکتاب الاسلامی، بلا سن)، 1:84۔ الحاجہ دریہ، عیطہ، **فقہ العبادات علی المذہب الشافعی** (بدون ناشر وبدون تاریخ)، 1:69

[14] محمد بن فرامرز، ملا خسرو، **درر الحکام شرح غرر الاحکام** (بیروت: دار احیاء الکتب العربیہ، بلا سن)، 1:49

[15] مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، 1:264

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

الشافعية قالوا: لا ينهى عن استقبال القبلة حال الاستنجاء أو الاستجمار مطلقاًوإنما النهي عن ذلك مقصور على قضاء الحاجة

شافعیہ کہتے ہیں کہ استنجا کرنے اور ڈھیلا لینے کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنے کی ممانعت ہر حال میں نہیں ہے، ممانعت صرف قضائے حاجت کے وقت کے لئے مخصوص ہے۔[16]

تشریح عمومی:

چھٹے یہ کہ رفع حاجت کے وقت ہوا کے رُخ منہ کرنا مکروہ ہے۔ پس پیشاب کرنے کے لئے اس طرف منہ کرکے نہ بیٹھنا چاہیے جدھر سے ہوا کا جھونکا آرہا ہو، مبادا پیشاب کی چھینٹیں الٹ کر ادھر آجائیں اور نجس کردیں۔ ظاہر ہے کہ اس حکم میں خود رفع حاجت کرنے والے کا فائدہ ہے۔ یہ امر انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ جسم اور لباس پر گندگی لگ جانے سے گھبراتا ہے۔ شارع علیہ السلام نے اسی مصلحت کے پیش نظر اور اس لئے کہ لوگوں کو پاک صاف رہنے کی ترغیب ہو، اس فعل کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ساتویں یہ کہ رفع حاجت کی حالت میں بولنا مکروہ ہے، کیونکہ ایسا کرنا، خود کلام کی توہین ہے اور کچھ دھیان نہیں رہتا، بہت ممکن ہے کہ گفتگو کے دوران اللہ تعالیٰ کا نام یا اللہ کے رسول ﷺ کا نام یا اور کوئی ایسا ہی مقدس لفظ آجائے۔ مزید براں ہے ضرورت بولنا یوں بھی مکروہ ہے، تو اس کے کہ پانی کا لوٹا مانگنے یا رومال وغیرہ طلب کرنے کے لئے ہو، جو نجاست کی جگہ کو پونچھنے یا خشک کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یا بضرورت بولنا ہی پڑ جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ مثلاً کسی بچے یا نابینا کو کوئی ضرر سے محفوظ رکھنے، یا مال کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے، یا اسی طرح کسی اور کام کے لئے (بولنا)۔

آٹھویں یہ کہ سورج یا چاند کے سامنے بیٹھ کر (رفع حاجت کرنا) مکروہ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ (کی قدرت) کی نشانیوں اور اس کی نعمتوں میں سے ہیں جن سے خلق خدا کو نفع پہنچتا ہے اور یہ شریعت اسلامیہ کے اصولوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احترام اور ان کی قدر کی جائے۔

المالكية قالوا:لايكره استقبال الشمس والقمر،وإنما الأولى بالمرء أن لا يفعل ذلك، فهو خلاف الأولى

مالکیہ کہتے ہیں کہ سورج یا چاند کی طرف منہ کرکے بیٹھنا مکروہ نہیں ہے، تاہم بہتر یہی ہے کہ ایسا نہ کیا جائے، کیونکہ یہ خلاف اولیٰ ہے۔[17]

تشریح عمومی:

نویں یہ کہ استنجا بائیں ہاتھ سے کیا جائے کیونکہ دایاں ہاتھ بالعموم کھانا وغیرہ کے لئے ہے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ (استنجا کے وقت) بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو نجاست لگنے سے پہلے تر کر لیا جائے، تاکہ نجاست اس سے زیادہ نہ لتھڑے۔ اسی طرح فراغت کے بعد بائیں ہاتھ کو کسی پاک کرنے والی شے سے دھولینا بھی مستحب ہے۔ اور استنجا کے وقت اعضا کو ڈھیلا چھوڑ دینا مستحب ہے۔ تاکہ آسانی کے ساتھ نجاست کو زائل کیا جاسکے۔

الشافعية قالوا: يجب الاسترخاء، كي يتمكن المستنجي من تنظيف الخارج

شافعیہ کہتے ہیں کہ استرخاء (جسم کا ڈھیلا چھوڑ دینا) واجب ہے تاکہ استنجا کرنے والا نجاست کو دور کرنے پر اچھی طرح قادر ہو۔[18]

الحنفية قالوا: إنما يندب الاسترخاء إذا لم يكن صائماً، محافظة على الصوم، لأنه يبطل بالمبالغة في إدخال الماء، كما سيأتي في بابه

حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر روزہ ہو تو استرخاء (جسم کا ڈھیلا چھوڑنا، بوقت استنجا) مستحب ہے، تاکہ (روزے کی حالت میں استرخاء سے) روزہ نہ ٹوٹ جائے کیونکہ پانی اندر پہنچانے میں زیادہ مبالغہ سے کام لیا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔[19]

مبحثِ دوم: پانی یا پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے اور ڈھیلا لینے کی شرطیں

تشریح عمومی:

---

[16] احمد، بن حسین، ابو شجاع، **الغایۃ والتقریب** (بیروت: عالم الکتب، بلاسن)، 1:4

[17] محمد بن احمد، میارہ، **الدر الثمین والمورد المعین** (قاہرہ: دار الحدیث، 1429)، 1:189

[18] سلیمان بن عمر، جمل، **حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج** (بیروت: دار الفکر، بلاسن)، 1:72

[19] فخر الدین عثمان بن علی، زیلعی، **تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق** (قاہرہ: مطبعہ الکبریٰ الامیریہ، 1313)، 1:10

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

پانی سے استنجا درست ہونے کی دو شرطیں ہیں: ایک تو یہ کہ پانی طہور (پاک کرنے والا) ہو، لہٰذا آب طاہر غیر طہور سے استنجا صحیح نہیں ہے اور ایسے پانی سے نجاست دور نہیں ہو سکتی۔

الحنفية قالوا: إن الاستنجاء بالماء الطهور لا يجب، بل يكفي الاستنجاء بالماء الطاهر وقد عرفت الفرق بين الماء الطاهر------إزالة النجاسة به والتمسك بالمتفق عليه أفضل عند الحنفية

حنفیہ کہتے ہیں کہ استنجا کے لئے واجب نہیں ہے کہ اب طہور ہی سے کیا جائے آب طاہر سے کیا جائے تب بھی کافی ہے۔ آب طاہر اور آب طہور کا فرق پانی کے بیان میں مفصل بتایا جا چکا ہے۔ (حنفیہ کے نزدیک) آب طہور سے استنجا بہتر ہے، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نجاست زائل کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے اور حنفیہ کے نزدیک بہتر یہی ہے کہ اس طریقے کو اختیار کیا جائے جس پر سب متفق ہوں۔[20]

تشریح عمومی:

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ پانی نجاست کو دھونے کے لئے کافی ہو۔ لہٰذا اگر پانی تھوڑا ہے کہ نجاست کو اس کی جگہ سے زائل نہیں کیا جا سکتا، یعنی ایسا نہ کیا جا سکے کہ نجاست لگنے سے پہلے جو حالت تھی، وہ جگہ پھر ویسی ہی ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ پانی استعمال نہ کیا جائے۔

ایک سوال یہ ہے کہ آیا پہلے آگے کو دھونا چاہیے یا پیچھے کی جگہ کو؟ اس بارے میں مسالک تفصیل طلب ہیں:

المالكية قالوا: يندب تقديم قُبُله في إزالة النجاسة، إلا إذا كان من عادته أن يتقاطر بوله إذا مس دبره بالماء، فحينئذ لا يندب له تقديم القبل

مالکیہ کہتے ہیں کہ مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے آگے کی جگہ (عضو مخصوص) کی نجاست دور کی جائے، لیکن اگر کسی شخص کی عادت یہ ہو کہ پاخانے کے مقام کو ہاتھ لگانے سے پیشاب کے قطرے نکل جاتے ہیں تو اس صورت میں عضو مخصوص کا پہلے دھونا مستحب نہ ہو گا۔[21]

الحنفية: لهم قولان في ذلك، والمفتي به قول الإمام، وهو تقديم غسل الدبر، لأن نجاسته أقذر من البول، ولأنه بواسطة الدلك في الدبر وما حوله يقطر البول، فلا يكون لتقديم غسل لقبل فائدة

اس بارے میں حنفیہ کے دو اقوال ہیں اور فتویٰ امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے کہ پہلے پاخانے کے مقام کو دھویا جائے، کیونکہ وہ جگہ زیادہ گندی ہے اور اس لئے بھی کہ پاخانے کے مقام کے ساتھ کی جگہ کو مسلنے سے پیشاب کے قطرے آ جاتے ہیں۔ لہٰذا اگلے مقام کو پہلے دھونے سے کچھ فائدہ نہیں۔[22]

الشافعية قالوا: يندب لمن يستنجي بالماء أن يقدم غسل القبل على الدبر، وأما إذا استجمر بالأحجار، فإنه يندب له تقديم الدبر على القبل

شافعیہ کہتے ہیں کہ جو شخص پانی سے استنجا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ اگلے حصے کو پچھلے حصے سے پہلے دھوئے، لیکن اگر ڈھیلے سے استنجا کرنا ہو تو اگلے حصے سے پہلے پچھلے حصے کا دھونا مستحب ہے۔[23]

الحنابلة قالوا: يسن لمن أراد الاستنجاء أو الاستجمار أن يبدأ بالقبل، إذا كان ذكراً، أو أنثى، بكراً، وتخير الأنثى الثيب في تقديم أيهما

حنابلہ کہتے ہیں کہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلے سے، سنت یہ ہے کہ پہل اگلے حصے سے کی جائے، خواہ مرد ہو یا کنواری عورت ہو۔ شادی شدہ عورت کو اختیار ہے جس کو چاہے پہلے اختیار کرے۔[24]

تشریح عمومی:

---

[20] زین الدین بن ابراہیم، **البحر الرائق شرح کنز الدقائق**، 1: 254

[21] احمد بن محمد، ابو العباس، صاوی، **حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر** (بیروت: دار المعارف، بلا سن)، 1: 97

[22] برہان الدین محمود بن احمد، ابو المعالی، ابن مازہ، **المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی** (بیروت: دار الکتب العلمیہ 1424)، 1: 43

[23] الحاجہ دریہ، **فقہ العبادات علی المذہب الشافعی**، 1: 77

[24] موفق الدین عبد اللہ بن احمد، ابو محمد، ابن قدامہ مقدسی، **الکافی فی فقہ الامام احمد** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1414)، 1: 99

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

واضح ہو کہ ڈھیلے وغیرہ کا استعمال، پانی کے موجود ہونے پر بھی اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے۔ تاہم پانی کا استعمال بہتر ہے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال کیا جائے۔ جن صورتوں میں ڈھیلے کا استعمال پانی کے بغیر درست ہے اس کی بابت مختلف مسالک تفصیل طلب ہیں۔

الحنفية قالوا: إن السنّة أن يكون الاستجمار بالأشياء الطاهرة من تراب، وخرق بالية، وحجر، ومدر وهو قطع العين اليابسة --------- ومثل جداره الجدار المستأجر، فإن استجمر بشيء مما ذكر أجزأه مع الكراهة التحريمية، أو التنزيهية، على التفصيل المتقدم

حنفیہ کہتے ہیں کہ ڈھیلے کے طور پر پاک اشیاء کا استعمال سنت ہے، مثلاً خاک، دھجی، پتھر اور خشک مٹی کے ٹکڑے۔ اور مکروہ اشیاء سے استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے، مثلاً ہڈی یا گوبر کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان اشیاء سے استنجا کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اسی طرح انسان اور جانور کی خوردنی اشیاء اور وہ اشیاء جو شرعاً قابل احترام ہیں، ان سے استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اس مقصد کے لیے مال کا ضائع کرنا بھی ممنوع ہے۔ وہ اشیاء جو شرعاً قابل احترام ہیں ان میں یہ چیزیں ہیں: آدمی کے بدن کا کوئی حصہ، خواہ کسی کافر یا مردار کا ہو، اور لکھا ہوا کاغذ، اگرچہ اس پر کٹواں حروف لکھے ہوئے ہوں، کیونکہ حروف قابل احترام ہیں، اور ایسے اوراق جن پر گو کچھ تحریر نہ ہو، لیکن اس پر لکھا جا سکتا ہو۔ البتہ ایسا ورق جس پر لکھائی نہ کیا جا سکے، اس پر استنجا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ اسی طرح ایسی اشیاء کو ڈھیلے کے طور پر استعمال کرنا مکروہ ہے، کہ جس کی بطور مال کے کوئی قیمت ہو اور استعمال کرنے سے وہ تلف ہو جائے، یا اس کی قیمت کم ہو جائے۔ ہاں اگر وہ شے ایسی ہے کہ استعمال کے بعد دھونے یا خشک ہونے کے بعد وہ پھر پہلے کی طرح ہو سکے تو اس کے استعمال میں کراہت نہیں ہے۔ پختہ اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، کوئلہ اور چکنے پتھر کا استعمال کرنا مکروہ ہے۔ اگر اس کا استعمال نقصان دہ ہو تو وہ مکروہ تحریمی ہو گا، کیونکہ مضر اشیاء کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ کراہت تنزیہی رہے گی اگر اس کا استعمال مضر نہ ہو۔[25]

ان اشیاء کے مکروہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ان کے استعمال سے وہ جگہ صاف نہیں ہوتی اور سنت یہ ہے کہ اس جگہ کو صاف ستھرا کیا جائے۔ کسی اور کی مملوکہ دیوار سے (ڈھیلا لے کر) استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ دوسرے کے مال پر دست درازی جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر اپنی ہی دیوار ہے تو اس میں کراہت نہیں ہے۔ کرایہ دار کی دیوار کا حکم اپنی ہی دیوار کی مانند ہے۔ غرض اشیائے مذکورہ میں سے اگر کسی سے استنجا کیا جائے تو استنجا ہو گیا، لیکن مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہو گا، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

واضح ہو کہ یہ بات ابتدا میں بتائی جا چکی ہے کہ کن صورتوں میں خصوصیت کے ساتھ پانی کا استعمال لازمی ہے، اور کن صورتوں ڈھیلا لینا کافی ہے وغیرہ۔

الشافعية قالوا: يشترط فيما يستجمر به أن يكون جامداً طاهراً، فلا يصح بمتنجس، وأن يكون قالعاً للنجاسة، ------------- بحيث لا يبقى من النجاسة إلا أثر لا يزيله إلا الماء، أو صغار الخزف

شافعیہ کہتے ہیں کہ جس شے کو ڈھیلے کے طور پر استعمال کیا جائے اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ جامد اور پاک ہو۔ لہٰذا نجس اشیاء کو ڈھیلے کے طور پر استعمال کرنا صحیح نہیں ہے، اگرچہ وہ شے نجاست کی بیخ کنی کرنے والی ہو۔ جس شے میں نجاست کو جڑ سے دور کرنے کی صفت نہ ہو، جیسے چکنا شفاف پتھر یا سنگ مرمر تو اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

اور یہ کہ وہ شے تر نہ ہو۔ پس اگر پسینے کے سوا کسی اور شے کی تری اس میں ہو تو اس سے استنجا جائز نہیں ہے اور یہ کہ وہ شے شرعاً قابل احترام نہ ہو۔ قابل احترام شے جیسے روٹی یا ہڈی سے استنجا صحیح نہیں ہے۔ قابل احترام اشیاء میں وہ شے بھی ہے جس پر بعض علوم شرعیہ مرقوم ہوں۔ مثلاً فقہ یا حدیث یا ان علوم کے حصول کے ذرائع کا حکم جیسے صرف، نحو، حساب، طب اور عروض۔ ان کے علاوہ کچھ اور تحریر ہو تو قابل احترام نہیں ہے بشرطیکہ اس تحریر میں قرآن یا کوئی اور قابل احترام شے نہ ہو۔ قابل احترام تحریر میں باعظمت نام بھی ہے کہ اس نام سے وہی باعظمت ہستی مراد ہو جیسے ابو بکرؓ یا عمرؓ کوئی اور نام۔ قابل احترام اشیاء میں مسجد بھی ہے لہٰذا اس کے کسی حصے کو، جیسے اس کی لکڑی یا پتھر بطور ڈھیلے کے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، خواہ مسجد سے الگ ہو۔ یہ احترام باقی رہے گا جب تک کہ اس شے کو اس مقدس شے سے منسوب کیا جاتا ہو (یعنی یوں کہا جاتا ہو کہ مسجد کا پتھر یا مسجد کی لکڑی ہے وغیرہ)۔ قابل احترام اشیاء میں آدمی کے بدن کا کوئی حصہ ہے۔ خواہ وہ آدمی ایسا ہو جس کا خون مباح ہو یہ حکم عضو انسانی کی ظاہری صورت (کے احترام) کے پیش نظر ہے اگرچہ اس کا خون روا رہا ہو۔[26]

---

[25] محمود بن احمد، ابو محمد، بدرالدین عینی، **البنایہ شرح الہدایہ** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1420)، 1: 759۔ علاء الدین ابو بکر بن مسعود، کاسانی، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1406)، 1: 18

[26] الحاجہ دریہ، **فقہ العبادات علی المذہب الشافعی**، 1: 74

(ڈھیلے کے استعمال کے سلسلے میں) چند شرائط وہ ہیں جن کا تعلق خارج ہونے والی نجاست سے ہے۔

منجملہ ان کے یہ کہ نجاست خشک نہ ہوگئی ہو، کیونکہ اس صورت میں ڈھیلا وغیرہ استعمال کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور یہ کہ اس نجاست پر کوئی اور خارجی نجاست، یا پسینے کے سوا کوئی اور پاک شے نہ لگی ہو۔ اور یہ کہ پاخانہ آگے بڑھ کر صفحہ تک یا پیشاب آگے بڑھ کر حشفہ تک نہ پھیل گیا ہو۔ "صفحہ" دونوں کولھے کے وہ حصے ہیں جو کھڑے ہونے میں مل جاتے ہیں۔ اور حشفہ عضو خصوص کا وہ حصہ ہے جو ختنہ کی جگہ کے اوپر ہے (یعنی سپاری)۔ یہ مسائل مرد کے متعلق ہیں۔ عورت ڈھیلے کا استعمال کرے تو اس کے لیے ڈھیلے سے استنجاجب صحیح ہوگا کہ کنواری کی نجاست اس حصے سے آگے نہ گئی ہو جو بیٹھنے کے وقت کھل جاتا ہے۔ اور شادی شدہ کی صورت میں نجاست اندرونی حصے سے آگے نہ پھیل گئی ہو بصورت دیگر دونوں کو خصوصیت کے ساتھ پانی استعمال کرنا ہوگا، جیسا کہ غیر ختنہ شدہ مرد کے لیے جب کہ پیشاب اگلی کھال پر لگ جائے تو پانی سے استنجا لازم ہو جاتا ہے۔[27]

ڈھیلے سے استنجا کے لیے بھی ضروری ہے کہ تین بار سے کم نہ ہو اور ہر بار پوری جگہ کو صاف کیا جائے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ڈھیلے کو مختلف اطراف سے (تین بار) استعمال کیا جائے۔ تین بار سے کم استعمال کرنا کافی نہیں ہے، خواہ وہ جگہ (تین بار سے کم میں) صاف ہو جائے۔ اگر تین بار استعمال سے بھی وہ جگہ صاف نہ ہو تو اس سے زیادہ مرتبہ استعمال کیا جائے، یہاں تک کہ استنجا کی جگہ بالکل صاف ہو جائے اور نجاست باقی نہ رہے، سوا اس کے کہ اس کا کچھ اثر ایسا باقی ہو جو پانی یا خزف ریزوں کے بغیر دور نہ ہو سکتا ہو۔[28]

المالكية قالوا: يجوز الاستجمار بما اجتمعت فيه خمسة أشياء أن يكون يابساًكحجر وقطن وصوف، إذا لم يتصل بالحيوان--------------- وكذلك كل ما حرم أو كره، أما الأمور التي يتعين فيها الاستنجاء بالماء، فقد تقدمت في "حكم الاستنجاء" قريباً

مالکیہ کہتے ہیں کہ ڈھیلے سے استنجا جائز ہونے کے لیے یہ پانچ باتیں ہونی لازمی ہیں:

ایک یہ کہ (ڈھیلے کے طور پر استعمال ہونے والی شے) خشک ہو، جیسے ڈھیلا، روئی یا اون، جو جانور کے جسم پر نہ ہو، ورنہ اس سے استنجا مکروہ ہوگا۔ خشک نہ ہو جیسے گیلی مٹی تو اس سے استنجا روا نہیں، کیونکہ اس طرح نجاست اور بھی پھیل جاتی ہے۔ اگر اس سے استنجا کر لیا گیا ہو تو اس کے بعد پانی سے استنجا ضروری ہو جائے گا، لیکن اگر نماز پڑھ لی ہے تو وہ نماز نجاست کے ساتھ پڑھی گئی اور اس کے متعلق مسئلہ ازالہ نجاست کے سلسلے میں بیان ہو چکا ہے۔[29]

اور یہ کہ وہ شے پاک ہو، نجس سے استنجا جائز نہیں ہے۔ (ناپاک شے، جیسے) مردار کی ہڈی اور حرام جانور کا فضلہ، اگر اسی شے سے استنجا کیا گیا اور وہ شے منجمد تھی کہ اس میں کچھ تحلیل نہیں ہوا (کیونکہ وہ جگہ آلودہ ہو جاتی ہے) اور نجس جگہ کو اس نے صاف کر دیا تو استنجا جائز ہو گیا، لیکن ایسا کرنا گناہ ہے اور یہ کہ وہ شے نجاست کو صاف کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، لہٰذا چکنی اشیاء جیسے شیشہ یا ایرانی نرسل سے استنجا جائز نہیں ہے اور یہ کہ اس سے ضرر کا اندیشہ نہ ہو، الہٰذ ادھار دار اشیاء مثلاً چھری یا تیز کناروں والے پتھر یا شیشے کے ٹکڑوں سے استنجا روا نہیں ہے۔[30]

اور یہ کہ وہ شے شرعاً قابل احترام نہ ہو۔ شرعاً قابل احترام اشیاء کی مثال: جیسے آدمی کی غذا کہ اس میں نمک اور دوا شامل ہے اور پتے بھی اسی میں ہیں، کیونکہ ان سے اشیاء خوردنی حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح شرعاً قابل احترام وہ اشیاء ہیں جن کی عزت کی جاتی ہے، جیسے وہ شے جس پر کچھ لکھا ہوا ہو (کاغذ وغیرہ) کیونکہ حروف قابل احترام ہیں۔

اور یہ کہ اس شے پر کسی اور کا حق نہ ہو، خواہ وہ وقف ہو یا کوئی اس کا مالک ہو۔ لہٰذا وقف عمارت کی یا مملوکہ غیر کی دیوار سے استنجا کرنا حرام ہے۔ اگر وہ دیوار اس کی اپنی ہے تو اس دیوار سے استنجا فقط مکروہ ہے (حرام نہیں ہے) نیز ہڈی سے اور پاک جانوروں کے گوبر سے استنجا مکروہ ہے۔ البتہ اگر اس سے پاکیزگی حاصل ہو جائے تو جائز ہے۔ اور یہی حکم ہر ایسی شے کا ہے جو مکروہ یا حرام ہو۔ ایسی صورتیں جن میں خاص طور پر پانی استعمال کرنے کا حکم ہے، اس کا ذکر استنجا کے بیان میں ابھی ہو چکا ہے۔[31]

---

[27] احمد بن محمد، ابن حجر ہیتمی، **تحفۃ المحتاج فی شرح المنهاج**، 1:181

[28] زکریا بن محمد، ابو یحییٰ، سنیکی، **اسنی المطالب فی شرح روض الطالب** (بیروت: دار الکتاب الاسلامی، بلا سن)، 1:51

[29] ضیاء الدین خلیل بن اسحاق، جندی، **التوضیح فی شرح مختصر ابن الحاجب** (بیروت: مرکز نجیبویہ، 1429)، 1:140

[30] محمد بن احمد، ابو عبد اللہ، علیش، **منح الجلیل شرح مختصر خلیل** (بیروت: دار الفکر، 1409)، 1:426

[31] ایضاً

الحنابلة قالوا: يشترط فيما يستجمر به أمور: منها أن يكون طاهراً، وأن يكون مباحاً فلا يصح الاستجمار بمغصوب ونحوه---------- إنه لا يجب غسله في الاستنجاء، بل أوجبوا غسل ما يظهر عند جلوسها لقضاء حاجتها

حنابلہ کہتے ہیں کہ ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کے لیے چند امور (قابل لحاظ) ہیں، مثلاً یہ کہ وہ شے پاک ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ شے مباح ہو۔ لہٰذا ناجائز طور پر قبضہ کی ہوئی اشیاء وغیرہ سے استنجا کرنا درست نہیں۔ اور یہ کہ وہ شے ستھرا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، اور ستھرائی کی صلاحیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے استعمال سے نجاست کا کوئی اثر سوا اس کے جس کو پانی سے دور کیا جا سکتا ہے، باقی نہ رہے۔ لہٰذا شفاف اشیاء مثلاً شیشہ وغیرہ سے استنجا جائز نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ شے منجمد ہو۔ لہٰذا گیلی مٹی (گارے) سے استنجا نہ ہو گا۔ اور یہ کہ گوبر یا ہڈی یا غذا، خواہ وہ جانور کی ہو، نہ ہونی چاہیے۔ اور یہ کہ شرعاً قابل احترام نہ ہو جیسے کاغذ جس میں اللہ کا نام یا حدیث یا شرع کی کوئی بات، یا ایسی بات جو شرعاً جائز ہے، مندرج ہو، لیکن اگر کوئی ایسی بات تحریر ہو جو شرع میں حرام ہے تو وہ شرعاً قابل احترام نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ شے کسی جانور کے بدن کا حصہ نہ ہو، مثلاً اس کا ہاتھ، اور یہ کہ وہ شے جاندار کے جسم سے لگی نہ ہو، جیسے اون اور یہ کہ اس کا استعمال حرام نہ ہو، جیسے سونا یا چاندی۔[32]

استنجا کے لیے یہ شرط ہے کہ تین بار صفائی کے ساتھ کیا جائے اور پوری نجس جگہ کو ہر بار مس کیا جائے۔ استنجا تین بار سے کم کرنا جائز نہیں ہے، اگر اس سے کم مرتبہ ہی میں نجاست صاف ہو جائے۔[33]

اور یہ بھی چاہیے کہ نجاست کی جگہ سے نکلی ہوئی نجاست کے علاوہ کی خارجی نجاست سے وہ جگہ آلودہ نہ ہو۔ اور یہ کہ وہ نجاست غیر معمولی طور پر اپنی جگہ سے تجاوز کر گئی ہو اگر اس سے آگے تک پھیل گئی ہو تو اس کو پانی سے دھونا لازم ہو گا۔

اور یہ کہ وہ نجاست جو نکلی ہے وہ قلفہ میں رکی ہوئی نجاست (پیشاب کا قطرہ) نہ ہو ایسی صورت میں پانی کا استعمال لازمی ہے اور یہ کہ خارج شدہ نجاست ڈھیلا لینے سے پہلے ہی نہ سوکھ گئی ہو اگر سوکھ گئی ہو تو پانی سے استنجا کرنا لازمی ہو گا۔[34]

واضح ہو کہ حنابلہ نے شادی شدہ عورت کے داخلی حصے شرم گاہ کو ظاہری حصہ قرار دیا ہے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ استنجا میں اس کا دھونا واجب نہیں ہے، بلکہ اس حصے کا دھونا واجب ہے جو قضائے حاجت کے لیے بیٹھنے کے وقت کھل جاتا ہے۔[35]

خلاصۂ کلام

عبد الرحمٰن الجزیری کی کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعة" کی روشنی میں رفع حاجت کے احکامات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں الجزیری نے اسلامی فقہ کی چار بڑی مکاتب فکر (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے مطابق رفع حاجت اور استنجاء (پیشاب و پاخانہ کے بعد صفائی) کے مسائل پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ رفع حاجت کے حوالے سے چاروں مکاتب فکر میں کچھ آداب پر اتفاق ہے، جیسے کہ رفع حاجت کے وقت بیٹھنا، قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا، بدن کو ڈھانپنا، اس عمل کے دوران گفتگو سے پرہیز کرنا، اور ایسی جگہ کا انتخاب کرنا جو لوگوں کی نظروں سے دور ہو۔ یہ بھی متفقہ رائے ہے کہ اگر پانی اور پتھر دونوں موجود ہوں تو پہلے پتھر سے صفائی کرنی چاہیے اور پھر پانی سے طہارت حاصل کرنی چاہیے، کیونکہ اس طریقے سے صفائی اور طہارت میں زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ اس تحقیقی مقالے میں عبد الرحمٰن الجزیری کا یہ کام "الفقہ علی المذاہب الاربعة" مختلف فقہی مکاتب فکر کی آراء کو جامع انداز میں پیش کرتا ہے، اور اس تحقیق میں ان آراء کی مزید جانچ پڑتال اور حوالہ جات فراہم کیے گئے ہیں۔

کتابیات

* عبد الحنان جانباز، وعبد العزیز سوہدروی. *شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ احوال، افکار و آثار*. لاہور: مکتبہ قدوسیہ، اگست 2012۔
* ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید. *سنن ابن ماجہ*. بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ-2009ء۔

---

[32] مصطفی بن سعد، رحیبانی، **مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی** (بیروت: مکتب الاسلامی، 1415)، 3:193

[33] ابراہیم بن محمد، ابو اسحاق، ابن مفلح، **المبدع فی شرح المقنع** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1418)، 8:250

[34] منصور بن یونس، بہوتی، **شرح منتہی الارادات** (بیروت: عالم الکتب، 1414)، 2:81

[35] ابراہیم بن محمد، **المبدع فی شرح المقنع**، 8:250

* مسلم بن الحجاج، ابو الحسین القشیری. صحیح مسلم. بیروت: دار احیاء التراث العربی، بلا سن۔
* محمد امین بن عمر ابن عابدین. رد المحتار علی الدر المختار. بیروت: دار الفکر، 1412۔
* زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع. بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1406۔
* احمد بن محمد، ابن حجر ہیتمی. تحفة المحتاج فی شرح المنہاج. مصر: مکتبة التجاریة الکبریٰ، 1357۔
* سلیمان بن عمر، جمل. حاشیة الجمل علی شرح المنہج. بیروت: دار الفکر، بلا سن۔
* فخر الدین عثمان بن علی زیلعی. تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق. قاہرہ: مطبعہ الکبریٰ الامیریہ، 1313۔
* منصور بن یونس بہوتی. شرح منتہی الارادات. بیروت: عالم الکتب، 1414۔